ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ ۵/۲، جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۰ء

ازواجِ مطہرات کی تفسیری روایات

ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد یٰسین مظہر صدیقی

امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح کی کتاب التفسیر میں جن صحابہ کرام سے تفسیری روایات نقل کی ہیں ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے مطابق ان کا اندراج کیا ہے۔ یہی طریقہ امام ترمذی کی جامع صحیح میں پایا جاتا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل کی روایات کی تبویب احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی نے کی ہے۔ امام مسلم کی کتاب التفسیر بہت مختصر ہے۔ اور محدودے چند آیات کی تفسیر اس میں پائی جاتی ہے۔ دوسری کتب احادیث میں تفسیر کے عنوان سے زیادہ تر علیحدہ کوئی کتاب یا باب نہیں ہے۔ دوسرے ابواب میں البتہ کچھ تفسیری / قرآنی روایات ملتی ہیں۔ محدثین نے ہر آیت کی تفسیر نہیں بیان کی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے قرآن کریم کی بہت کم آیات کی تفسیر منقول ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے بھی کم۔ علامہ سید سلیمان ندوی کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ زیادہ تر تفسیری روایات تابعین کے اقوال و آرا پر مبنی ہیں"۔ دراصل اس باب میں یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیئے کہ عہد نبوی سے قربت اور بعد تفسیری روایات کی قلت و کثرت کا بالترتیب ذمہ دار ہے۔ صحابۂ کرام چونکہ شرفِ صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے اور عربی زبان و ادب کے مزاج آشنا، وحی الٰہی کے نزول کے اسباب و واقعات کے عینی شاہد تھے اس لیے ان کو تفسیر و تشریح کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ پھر عہد نبوت میں زیادہ تر مسلمان عرب تھے اور قرآن کریم ان کی اپنی زبان میں تھا اور ان کو اتنی تفسیر و تشریح کی ضرورت نہ پڑتی جتنی بعد کے عرب اور بالخصوص عجم کے مسلمانوں کو جو عہد نبوت سے دور اور غیر عربی زبان بولنے والے ہونے کے سبب اس کے زیادہ محتاج تھے۔ حضرات صحابہ کرام میں عبداللہ بن عباسؓ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ

تفسیری روایات منقول ہونے کے اور اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انھوں نے مسلم امت کی خوش قسمتی سے عہدِ نبوی کے بعد کافی طویل زمانہ پایا۔ اور اس زمانہ میں مختلف ممالک اور اقوام میں اسلام پھیلا اور ان کو قرآن فہمی کے لیے زیادہ روایات و تشریحات کی ضرورت پڑی[۲]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایات کا تجزیہ و جائزہ مضمون و موضوع کے اعتبار سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس سے حضرت ام المومنین کی قرآنی فکر و تدبر اور تفسیری فقاہت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے آسان تجزیہ یہ ہے کہ امام بخاری کے طریقہ کی پیروی میں ہر سورہ کی مختلف آیات میں ان کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ لیا جائے تاکہ درجہ بدرجہ، سورہ بسورہ ان کے عطیۂ قرآنی کا اندازہ ہو جائے۔ آسانی کی خاطر دوسرا طریقہ اختیار کرنا موزوں سمجھا گیا ہے۔ دوسری امہات المومنین سے حدیث کی روایات ہی کم مروی ہیں اور قرآنی/تفسیری روایات ان سے بھی کم۔ اس مضمون میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات نقل کی گئی ہیں اور ان کے بعد دوسری ازواج مطہرات کی جو روایات مل سکیں ان کو جمع کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک مختصر تجزیہ میں ان اولین خواتین اسلام اور امت اسلامی کی ماؤں کے عطیۂ قرآنی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بسملہ اور سورۂ فاتحہ کے بارے میں حضرت عائشہ کی کوئی تفسیری روایت امام بخاری کی کتاب التفسیر میں مذکور نہیں ہے[۳]۔ سورۂ بقرہ کے بارے میں حضرت عائشہ کا اولین بیان یہ ہے کہ وہ اور سورہ نساء آپ پر اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ کے پاس تھی یعنی مدینہ میں۔ اور اس کے متعلق ان سے جو پہلی تفسیری روایت منقول ہے وہ آیت کریمہ ۱۲۷ : وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ کی ہے۔ انھوں نے اس ضمن میں وہ حدیث نبوی پیش کی ہے جس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ تمہاری قوم نے کعبہ کی عمارت کو تعمیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کے قواعد (بنیادوں) کو کم کر دیا ہے۔ (۱ قتصرو ۲)۔ حضرت عائشہ کی اس درخواست پر کہ آپ اسے ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرتا اگر تمہاری قوم نے کفر جلد ہی نہ چھوڑا ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس روایت کی تصدیق یوں کی کہ حجر کے قریب والے دونوں رکنوں کا استلام (بوسہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کر دیا تھا کیونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی اس کی تکمیل کی گئی تھی۔ (الکم تیمہ ۲)۔ ابن حجر نے بیہقی کی سند پر حضرت عائشہ کی ایک روایت

یہ بیان کی ہے کہ مقام ابراہیم خانہ کعبہ سے متصل تھا مگر بعد میں حضرت عمر نے اپنے زمانے میں اسے موجودہ جگہ پر منتقل کر دیا[۴]۔ سورۂ بقرہ کی دوسری آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہ سے مروی ہے آیت کریمہ ۱۵۸: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ الخ ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ "میرا سن کم تھا جب میں نے حضرت عائشہ سے اسکی تفسیر پوچھتے ہوئے کہا کہ اس کے مطابق صفا و مروہ کا طواف (سعی) نہ کرنے والے پر میرے خیال میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں۔ اگر بات وہ ہوتی جو تم کہتے ہو تو آیت یوں ہوتی: فَلَا جُنَاحَ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِھِمَا۔ یہ آیت دراصل انصار کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ مناۃ (بت) کا اہلال (طواف/سعی) کیا کرتے تھے جو قدید نامی مقام کے نزدیک تھا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی و طواف ناپسند کرتے تھے (کانوا یتحرّجون)۔ اسلام آنے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام بخاری نے اس کے متصلاً بعد حضرت انس بن مالک کی تائیدی روایت نقل کی ہے کہ ہم اسے عہد جاہلیت کی رسم سمجھا کرتے تھے۔ اور اسلام آنے کے بعد ہم نے اسے ترک کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شارحین حدیث نے ان دونوں حدیثوں پر کلام کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ان میں بہ آسانی تطبیق کی جا سکتی ہے۔ انصار مناۃ کی سعی بھی عہد جاہلیت میں کیا کرتے تھے جب اسے چھوڑا تو صفا و مروہ کو بھی چھوڑ دیا۔ امام بخاری نے یہ حدیث کئی مواقع پر بیان کی ہے اور ہر جگہ اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ اور اختلاف ہے۔ مثلاً اسی کتاب التفسیر کے ایک اور باب میں انھیں حضرت عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ کے فرمان کے مطابق جو لوگ مناۃ طاغیہ سے جو مُشَلَّل میں واقع ہے احرام باندھا کرتے تھے (اُھلّ) وہ صفا و مروہ کے درمیان طواف/سعی نہیں کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کا طواف کیا ہے۔ حضرت سفیان جو اس کے راوئ ثانی ہیں، تشریح کرتے ہیں کہ مناۃ قدید کے قریب مُشَلَّل میں واقع تھا۔ عبدالرحمٰن بن خالد نے حضرت امام زہری کے واسطے سے حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ انصار اور غسان اسلام لانے سے قبل مناۃ سے احرام باندھا کرتے تھے۔ باقی حدیث پہلی کی مثل ہے۔ اسی سند سے معمر کی روایت یہ ہے کہ بقولِ حضرت عائشہ صدیقہ انصار میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو مناۃ سے احرام باندھا کرتے تھے۔ (کان

رجال من الانصار ممن کان یھل لمناۃ) اور مناۃ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا۔ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم صفا و مروہ کے درمیان مناۃ کی تعظیم کے سبب طواف نہیں کرتے ہیں۔باقی حدیث اوپر کے جیسی ہے۔علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت کو صرف باب وجوب الصفا والمروہ سے نقل کر دیا ہے اور بقیہ روایتیں نہیں دی ہیں جس سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔اس باب میں امام بخاری نے جو روایت نقل کی ہے وہ ابوالیمان کی سند پر شعیب کے واسطے سے زہری کی ہے اور زہری نے اسے حضرت عروہ کے واسطے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔اس میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے سے قبل مناۃ طاغیہ جس کی وہ عبادت کرتے تھے کے پاس سے احرام باندھا کرتے تھے اور وہ مشلل کے پاس تھا۔ وہاں جو احرام باندھتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج سمجھتا۔اسلام لانے کے بعد آپ سے اس باب میں انھوں نے پوچھا تو یہ آیت اللہ نے نازل کی۔حضرت عائشہ نے مزید اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا ہے لہذا کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان طواف کو ترک کرے۔راوی کا بیان ہے کہ میں نے جب ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی تو انھوں نے کہا بلاشبہ علم یہ ہے۔اس باب میں بہت کچھ میں نے سنا ہے۔میں نے بہت سے اہل علم سے حضرت عائشہ کے قول کے برخلاف یہ بھی سنا کہ لوگ مناۃ سے احرام باندھتے تھے ان میں سے سب کے سب صفا و مروہ کا بھی طواف کیا کرتے تھے مگر جب اللہ نے کعبہ کے طواف کا ذکر کیا اور قرآن میں صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو انھوں نے کہا کہ طواف صفا و مروہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔لہذا یہ آیت اتری۔ابوبکر کا بیان ہے کہ یہ آیت دراصل ان دونوں فریقوں کے باب میں اتری جو جاہلیت میں صفا و مروہ کے طواف میں حرج سمجھتے تھے اور ان کے باب میں بھی جو طواف کیا کرتے تھے مگر اسلام کے آنے کے بعد ان کے طواف میں اس بنا پر حرج سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے طواف کا ذکر کیا ہے مگر صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا حتی کہ ان کا بھی ذکر آ گیا امام احمد نے عروہ بن زبیر کی سند پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کریمہ کے بارے میں دو روایتیں اسی مفہوم کی نقل کی ہیں۔(۵)

امام مالک نے اپنی موطا میں امام بخاری کی پہلی روایت نقل کی ہے جس میں یہ ذکر آیا ہے

کہ آیت قرآنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو مناۃ سے احرام باندھا کرتے تھے اور وہ قُدید کے مقابل تھا اور وہ صفا و مروہ کا طواف میں حرج سمجھتے تھے۔ اسلام کے بعد انھوں نے آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی سند سے عروہ بن زبیر کی یہی روایت تین طرح سے بیان کی ہے چند الفاظ کے فرق و اختلاف کے سوا ان کا مفہوم وہی ہے مگر بعض فرق کافی اہم ہیں۔ مثلاً پہلی روایت میں اس آیت کریمہ کے نزول کو ان انصار کے بارے میں بتایا گیا ہے جو جاہلیت میں ساحل سمندر (شط البحر) کے دو بتوں (صَنَمَیْن) سے احرام باندھا کرتے تھے جن کو اساف و نائلہ کہا جاتا تھا۔ پھر وہ (مکہ) آتے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے پھر حلق کراتے۔ اسلام آنے کے بعد انھوں نے ان دونوں کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے مکروہ سمجھا کہ وہ اسے جاہلیت میں ادا کیا کرتے تھے لہٰذا یہ آیت اللہ نے اتاری اور انھوں نے ان کا طواف کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ مناۃ سے احرام باندھنے کا سبب وہ یہ سمجھتے تھے کہ صفا و مروہ کے درمیان ان کیلئے طواف کرنا جائز/حلال نہیں ہے۔ تیسری روایت میں یہ اختلاف ہے کہ انصار اور غسّان مناۃ کا اہلال کرنے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف میں حرج سمجھتے کہ ان کے آبا کی یہ سنت تھی کہ جو شخص مناۃ کے لیے احرام باندھتا تھا وہ صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد انھوں نے آپ سے اس باب میں پوچھا تو یہ حکم الٰہی اترا۔ امام ترمذی نے اپنی جامع کی کتاب التفسیر میں امام بخاری کی تیسری روایت کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے مگر مفہوم وہی ہے اور اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

ان تمام روایات کے تجزیہ سے جو حقیقت ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ انصار میں اور غسان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو جاہلیت میں مناۃ (بت) اور صفا و مروہ دونوں کا طواف (سعی) کیا کرتے تھے اور اسلام لانے کے بعد دونوں کو جاہلی بدعت سمجھ کر ترک کر دیا۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے انصاری بھی تھے جو مناۃ کے سعی و طواف کے احترام میں صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے کہ اس میں ان کو اپنے قومی بت کی توہین یا تخفیف نظر آتی تھی۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ نے صحیح صورت حال واضح کر دی۔ ان میں امام مسلم کی روایت جس میں اساف و نائلہ کا طواف کرنے کا ذکر ہے شاذ ہے۔ اور محل نظر بھی ہے کہ کسی نے ان دونوں بتوں کا ذکر اس ضمن میں نہیں کیا ہے۔ البتہ کتاب الحج میں امام مسلم کی کئی دوسری روایات بخاری و ترمذی وغیرہ کی مانند نقل ہوئی ہیں۔(۶)

سورہ بقرہ کی تیسری آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ آیت کریمہ ۱۸۳ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ الخ ہے۔ یہ بھی زہری کے ذریعہ عروہ سے منقول ہے۔ اس کے مطابق رمضان سے قبل عاشورا، کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ پھر جب رمضان کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے (عاشورا، کا) روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ ہشام کی سند پر عروہ سے ایک اور روایتِ عائشہ صدیقہ منقول ہے اور اس میں یہ فرق ہے کہ عاشورا، کا روزہ قریش جاہلیت میں رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھا کرتے تھے۔ مدینہ آنے کے بعد بھی آپ رکھتے رہے اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیتے رہے۔ رمضان کے نزول کے بعد رمضان کا روزہ فریضہ ہو گیا اور عاشورا کا چھوڑ دیا گیا لہٰذا جو چاہتا وہ اس کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا اسے نہ رکھتا۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی تائید میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن مسعود کی اسی مفہوم کی روایات نقل کی ہیں اگرچہ کچھ اختلاف فرق کے ساتھ امام ترمذی اور امام محمد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر سرے سے بیان ہی نہیں کی ہے، نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ کسی اور صحابہ یا صحابیہ سے۔[۷]

حضرت عائشہ صدیقہ سے سورۂ بقرہ کی چوتھی آیت کی تفسیر آیت کریمہ ۱۹۹ : ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ کی امام بخاری نے نقل کی ہے۔ یہ روایت بھی عروہ بن زبیر سے ان کے فرزند ہشام نے نقل کی ہے۔ اس کے مطابق قریش اور جو ان کے دین کو اختیار کرتے تھے وہ (حج میں) مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے اور وہ حمس کہلاتے تھے جبکہ دوسرے تمام عرب عرفات میں وقوف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ عرفات جایا کریں وہاں قیام و وقوف کیا کریں اور وہیں سے لوٹا کریں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے قول کا مطلب ہے۔ امام احمد و ترمذی نے پھر اس آیت کی تفسیر کا ذکر نہیں کیا ہے۔[۸] لیکن امام ترمذی نے امام بخاری سے سورۂ بقرہ کی پانچویں آیت کی تفسیرِ عائشہؓ صدیقہ سے اتفاق کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ ۲۰۴ میں الد الخصام کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض شخص قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے اس کی ایک متابع روایت بھی نقل کی ہے جو سفیان، ابن جریج اور ابن ابی ملیکہ کی سند پر منقول ہے۔ جبکہ امام ترمذی

نے روایت کو حدیث حسن قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ایک منافق (مدینہ) اخنس بن شریق کے بارے میں نازل کی گئی تھی کہ اس میں ایسے ہی خصال بد تھے۔(۹)

امام بخاری نے سورۂ بقرہ میں ایک اہم آیت کی تفسیر جو اصلاً سورہ یوسف کی ہے، حضرت عائشہ سے ان کی چھٹی تفسیر سورت کے طور پر بیان کی ہے، وہ آیت کریمہ ۱۱۰: حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا الخ ہے۔ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عباس آخری لفظ کو کُذِبُوا یعنی مخفف پڑھا کرتے تھے۔ میں نے پوری آیت کی ان سے تلاوت سن لینے کے بعد عروہ بن زبیر سے ملاقات کی اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے: معاذ اللہ! اللہ کی قسم! اللہ نے اپنے رسول سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا اس کے بارے میں وہ یہ جانتے تھے کہ ان کی موت سے قبل ضرور پورا ہو جائے گا لیکن رسولوں کے ساتھ ابتلاء و آزمائش ہمیشہ لگی رہی ہے حتیٰ کہ ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ والے ہی ان کی تکذیب نہ کرنے لگیں لہٰذا وہ اس لفظ کو کُذِّبوا یعنی مشدد پڑھا کرتی تھیں۔ امام احمد و ترمذی نے اپنی مسند و جامع کے ابواب تفسیر میں اس آیت کی تفسیر نہیں نقل کی ہے۔(۱۰)

سود کی حرمت اور شراب کی تجارت کی تحریم کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات (۲۷۵-۲۸۱) کی تفسیر اس سورہ کی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ساتویں تفسیر ہے جو امام بخاری کے ہاں پائی جاتی ہے۔ امام موصوف نے اس حدیث و تفسیر کو کئی ابواب کے تحت نقل کیا ہے۔ ان کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ ربا کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات اتریں تو رسول اللہ علیہ وسلم (گھر سے نکلے اور مسجد میں جا کر ان کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور پھر شراب کی تجارت بھی حرام قرار دے دی۔ اس کے بعد کی متصل حدیث ابن عباس میں سود کی حرمت سے متعلق آیت کو آخری اترنے والی آیت قرار دیا ہے۔(۱۱) امام احمد و امام ترمذی کے ہاں اس آیت کریمہ کی تفسیر نہ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور نہ کسی اور صحابی کریم سے۔ امام بخاری کے ہاں سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہی حضرت عائشہ کی آخری تفسیر بھی ہے۔ گویا کہ سورۂ بقرہ کی ۲۸۶ آیات میں سے کل ۵۵ آیات سورہ بقرہ کی تفسیر امام بخاری نے بیان کی ہے اور ان میں سے کل سات آیات کی تفسیر حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ اگر آیات ربوٰ کے بارے میں حضرت عائشہ کی حدیث

کو امام بخاری کے طریقہ کے مطابق آتنی ہی تعداد میں گن لیں تو ان کی تعداد سات سے بڑھ کر گیارہ ہوجاتی ہے۔

امام بخاری کے سوا امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے بھی متعدد آیات سورۂ بقرہ کی تفسیر بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے جیساکہ اوپر کی بعض آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں بیان بھی ہوا ہے۔ ان تینوں مؤخر الذکر محدثین کرام کے ہاں بعض اور تفسیراتِ عائشہ منقول ہیں جن کو امام بخاری نے نہیں روایت کیا ہے۔ یہاں ان کا ایک مختصر تجزیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان مکمل ہوجائے۔ امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی تینوں نے سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ ۲۳۹: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی ایک تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کی ہے۔ دونوں کی روایت تقریباً یکساں ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے مولیٰ حضرت ابو یونس کو اپنے لیے ایک مصحف لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم اس آیت کریمہ پر پہونچو تو مجھے خبر کرنا چنانچہ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ کو اس آیت لکھنے کے وقت اطلاع دی تو انھوں نے مجھے آیت کریمہ اس طرح املا کرائی کہ والصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد "وصلوٰۃ العصر" کا فقرہ اضافہ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ امام ترمذی نے صلوٰۃ الوسطیٰ سے صلوٰۃ عصر مراد قرار دینے والی ایک حدیث حضرت سمرہ بن جندب اور ایک حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کی ہے جبکہ امام ترمذی اور امام بخاری دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تائیدی حدیث یہ نقل کی ہے کہ حضرت علی کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب/خندق کے دن مشرکوں کے لیے بددعا کی کہ اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انھوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ سے روکے رکھا حتی کہ سورج غروب ہوگیا۔ (یعنی اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔) امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کے بعد اس کی تصریح کی ہے حضرات زید بن ثابت، ابوہریرہ اور ابوہاشم بن عتبہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دراصل اس باب میں علما کے دو گروہ ہیں۔ ایک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر لیتے ہیں اور مذکورہ بالا بزرگوں کے علاوہ ابراہیم نخعی، قتادہ بن دعامہ، حسن بصری، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب وغیرہ شامل ہیں جبکہ حضرات عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، مجاہد وغیرہ نماز فجر کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھتے ہیں۔ فقہا میں سے امام مالک اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ لیکن اکثریت کا مسلک وہی ہے جو حضرت عائشہ کا ہے۔[۱۳]

اور حافظ ابن حجر نے اس کے سلسلے میں کافی قوی دلائل دیئے ہیں اور بحث کو منقح کر دیا ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سورۂ بقرہ کی جس آخری آیت کی تفسیر مروی ہے وہ آیت کریمہ ۲۸۴: وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ اور سورہ نساء کی آیت کریمہ ۱۲۳: مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ کی تفسیر ہے۔ حضرت امیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے جب ان دونوں آیات کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے جب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا ہے کسی نے اس کے متعلق سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا تھا: یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی آزمائش و سرزنش (معاتبہ) ہے کہ وہ اس کے ذریعہ بندے کو بخار، پریشانی (نکبۃ) وغیرہ کے ذریعہ آزماتا ہے حتی کہ کوئی چھوٹی سی چیز (بضاعت) وہ اپنی قمیص کی آستین میں رکھ کر گم کر دیتا ہے اور اس کے لیے پریشان ہوتا ہے۔ ان سب پریشانیوں کے بدلے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں حتی کہ وہ اپنے گناہوں سے ایسے ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح سرخ سونا بھٹی سے کھرا نکلتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ اور تصریح کر دی ہے کہ اس روایت کو ہم صرف حماد بن سلمہ کی سند سے ہی جانتے ہیں۔ امام احمد کے ہاں سورۂ نساء کی آیت کریمہ کے بارے میں ایک اور مختصر روایت یہ آئی ہے کہ ایک شخص نے یہ آیت تلاوت کر کے کہا: اگر ہم کو ہمارے ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا تب تو ہم ہلاک ہو گئے۔ آپ کو یہ خبر پہونچی تو فرمایا: ہاں۔ دنیا میں مسلمانوں کو ہر وہ اذیت جو ان کو جسمانی طور پر پہونچتی ہے، اس کے بدلے ان کو جزا دی جائے گی۔ شارح نے اس سے ہر مصیبت و تکلیف مرادلی ہے۔[۱۴] ان کے ہاں سورۂ بقرہ کی کل پچیس آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کے اواخر وغیرہ کی آیات الگ شمار کر لی جائیں تو چند آیات کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ سے ان کی مرویات کی کل تعداد صرف تین ہے۔ اگرچہ ان تینوں تفسیری مرویات کی عددی اہمیت اتنی نہیں ہے تاہم ان کی کیفیت کے لحاظ سے بڑی اہمیت ہے۔ نمازوں میں نمازِ عصر کا جو مقام و مرتبہ قرآن مجید نے متعین کیا تھا اس کی تشریح و تعبیر امام ترمذی کی روایت سے ہی ہوتی ہے۔ دوسری روایات سے بھی اگرچہ استنباط کیا جا سکتا تاہم وہ قیاس و رائے ہی پر مبنی رہے گا۔ امام ترمذی نے اس روایت کے ذریعہ اس کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ پھر وہ یہ روایت ہے جو مرفوع ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و تشریح پر مبنی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے حدیث عائشہ کی تائید و تشریح میں کہا ہے اور دوسری کتابوں سے اس کے شواہد لائے ہیں۔ اسی طرح دلوں کے خیالات واکتسابات کے بارے میں ان کی روایت کردہ حدیث ام المومنین نے ایک اہم انسانی عمل و خیال کے بارے میں حکم الٰہی کی وضاحت کر دی ہے۔ حافظ ابن حجر کی تشریح و بحث سے یہ مقام بھی خوب منقح ہو جاتا ہے۔

دوسری ازواج مطہرات سے عام حدیث کی روایات بھی کم منقول ہیں اور تفسیری روایات تو ان سے بھی کم مروی ہوئی ہیں۔ بہر کیف کہیں کہیں ان میں سے بعض احادیث کی روایت مل ہی جاتی ہے۔ ان نادر روایات میں ایک وہ ہے جو امام مالک اور امام ترمذی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت کریمہ ۲۳۸: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ کے بارے میں امام مالک نے زید بن اسلم کے واسطے سے عمرو بن رافع سے نقل کیا ہے کہ میں ام المومنین حضرت حفصہ کے لیے ایک مصحف لکھ رہا تھا اور انھوں نے مجھے تاکید کی تھی کہ جب اس آیت پر پہونچوں تو ان کو خبر کر دوں۔ ان کے ارشاد کی تعمیل میں جب ان کو خبر دی تو انھوں نے صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر کے بطور صلوٰۃ العصر کا اضافہ کروایا۔ حضرت عائشہ کی روایت کے برخلاف حضرت حفصہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت عائشہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد فائدہ میں یہ تشریح کی ہے: اس باب میں حفصہ سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حافظ ابن المنذر کا بیان ہے کہ عبید اللہ بن رافع سے ام المومنین حضرت ام سلمہ نے ایک مصحف لکھوایا تھا اور پھر انھوں نے عمرو بن رافع کے مانند بقیہ حدیث بیان کی ہے۔ ترمذی نے ایک اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے بھی ایک آیتِ سورہ بقرہ کی تفسیر نقل کی ہے اور وہ آیت کریمہ ۲۲۳: نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس سے ایک ہی سوراخ (صمام واحد) میں دخول ہے۔ ترمذی نے فائدہ میں اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے اس روایت کے راویوں کے اسماء کی تفصیل و تشریح دی ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ بعض روایات میں صمام کا لفظ سین سے "سمام" بھی آیا ہے مگر دونوں کے معانی یکساں ہیں۔

دوسری روایت کو ترمذی نے البتہ حسن غریب قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ام سلمہ سے یہ روایت دو طرح سے نقل کی ہے اور زیادہ تفصیل کے ساتھ۔ ان کے راوی عبد اللہ بن سابط کا بیان ہے کہ میں حضرت

حفصہ بنت عبد الرحمٰن کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ آپ سے ایک معاملے کے بارے میں پوچھنا ہے لیکن آپ سے پوچھتے شرم آتی ہے۔ فرمایا: بھتیجے شرم نہ کرو۔ پوچھا کہ عورتوں کے اُدبار میں آنے کے بارے میں سوال ہے۔ فرمایا: مجھ سے حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ انصار عورتوں کو اوندھا نہیں کرتے تھے۔ لا یُجَبُّوْنَ النِّسَاء (اور یہود کہا کرتے تھے جو شخص اپنی عورت کے پیچھے سے دخول کرتا ہے اس کا بچہ احول (بھینگا) پیدا ہوتا ہے۔ جب مہاجرین مدینہ آئے اور انصاری عورتوں سے شادی کی تو ان کو اوندھا کیا۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کیا تاوقتیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لے۔ چنانچہ وہ حضرت ام سلمہ کے پاس پہونچیں اور ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا: بیٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہیں۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو انصاری عورت کو حیا آئی کہ آپ سے پوچھے لہذا وہ چلی آئی۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس انصاری عورت کو بلاؤ۔ جب وہ آئی تو آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی یعنی آپ نے اس سے صرف ایک سوراخ مراد لیا ہے۔ یہی روایت مختصراً حضرت ام سلمہ سے اس کے متصلاً بعد مروی ہے۔[15]

سورۂ آل عمران کی پہلی آیت جس کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے امام بخاری اور امام محمد نے کچھ تفصیل سے اور امام ترمذی نے اجمال سے نقل کی ہے وہ آیت کریمہ ہے: هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ..... اُولُوا الْاَلْبَابِ ہے۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم اگر قرآن کریم کی متشابہ آیات کے پیچھے پڑنے / اتباع کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے دور رہو کیونکہ یہ وہی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نشاندہی کی ہے۔ امام ترمذی نے فائدہ کے تحت اس کی سند بیان کرنے کے بعد اس کو حسن صحیح قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر نے ابو عبید کی سند پر یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ آیت کریمہ ۱۷۲ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ کے آخری لفظ کو فتحہ کے ساتھ قَرح پڑھا کرتی تھیں اور یہی متواتر قرأت ہے۔[16] حافظ موصوف نے اس آیت کے ذیل میں ایک اور روایت بیان کی ہے جس کے مطابق حضرت عائشہ نے عروہ سے کہا کہ اس میں تمہارے دو آبا، زبیر اور ابو بکر بھی شامل تھے۔ مغازی میں یہ بحث آچکی ہے۔[16] دلچسپ بات ہے کہ یہی اس سورہ کی آخری تفسیر بھی ہے جو ام المومنین سے امام بخاری نے بیان کی ہے۔ اگرچہ چار اور روایتیں انھوں نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہیں۔ مگر

ان میں ام المومنین حضرت میمونہ کا ذکر خیر ہے اس لئے مختصراً ان کا حوالہ یہاں دیا جارہا ہے۔ ان کے مطابق حضرت ابن عباس نے ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر رات گذاری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ رکعت نماز تہجد، وتر اور نماز فجر کی دو سنتیں پڑھیں اور سوکر اٹھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا۔ امام موصوف نے اسی نسبت سے ان کا ذکر کیا ہے۔[۱۷]

امام ترمذی نے سورۂ آل عمران کی دوسری آیت کی تفسیر حضرت عائشہ سے البتہ نقل کی ہے اور وہ آیت کریمہ ۷: فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ ... الخ ہے۔ ام المومنین کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جب تم ان کو دیکھو گی تو پہچان لو گی۔ حدیث کے ایک راوی یزید نے کہا تھا کہ تم لوگ ان کو دیکھو تو پہچان رکھو۔ یہ بات آپ نے دو یا تین بار ارشاد فرمائی۔ امام موصوف نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے یزید بن ابراہیم کے بارے میں تصریح کی ہے کہ انھوں نے ابی ملیکہ سے سنی اور موخر الذکر نے حضرت عائشہ رض سے۔[۱۸] ترمذی میں بھی ام المومنین کی یہ آخری تفسیر ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں نے کسی اور ام المومنین سے اس سورہ کی فصل میں کسی اور آیت سورۃ کی تفسیر نقل کی ہی نہیں۔ البتہ امام ترمذی نے سورۂ آل عمران کی آیت کریمہ ۱۹۵ کی شان نزول سے متعلق ایک روایت حضرت ام سلمہ کی سند پر سورۂ نساء کی تفسیر میں ضمناً بیان کی ہے۔ (اس کا ذکر وہیں آتا ہے) امام بخاری نے اس سورہ کی کل دو سو آیات میں صرف بیس کی تفسیر بیان کی ہے اور امام ترمذی نے سولہ آیات کی تفسیر میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے مسند میں ازواج مطہرات کی قرآنی روایات کا تناسب اور کم ہے

سورۂ سابقہ کے برخلاف سورۂ نساء کی کئی آیات کی تفسیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں نقل ہوئی ہے۔ پہلی آیت ہے ۳: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی الخ۔ امام موصوف نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد مکرم کے واسطے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی تولیت میں ایک یتیم بچی تھی جس سے اس نے نکاح کر لیا کیونکہ اس کے پاس ایک کھجور کا باغ (عذق) تھا جس کا وہ مالک بننا چاہتا تھا اور اس کو اس بچی سے کوئی محبت

نہ تھی چنانچہ اس کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حدیث کے راوی اول ابراہیم بن موسیٰ کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں ہشام نے یہ کہا تھا کہ وہ لڑکی اس آدمی کے اس باغ اور اس کے مال میں شریک تھی۔ اس آیتِ کریمہ سے متعلق دوسری حدیث امام موصوف نے امام زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے نقل یوں کی ہے: میں نے حضرت عائشہ سے اس قول الٰہی کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: بھانجے! یہ ایک ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی کی کفالت میں ہو اور وہ اس کی جائداد (مال) میں شریک ہو۔ اس کا مال وجمال ولی کو فریفتہ کرتا ہو اور وہ اس سے شادی تو کرلے مگر اس کے مہر (صداق) میں انصاف سے کام نہ لے اور اس کو اتنا ہی دے جتنا کوئی دوسرا دے۔ ایسے لوگوں کو ان لڑکیوں / یتیموں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کریں اور ان کے مہر کو بہترین طریقے سے ادا کریں۔ انھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے سوا جس عورت سے چاہیں شادی کرلیں۔ حضرت عائشہ نے مزید فرمایا کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (سورہ نساء ۱۲۷) ام المومنین نے مزید فرمایا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے جن کے پاس نہ مال ہو نہ جمال اور ان کے سبب ان سے اعراض کیا جاتا ہو تو ان سے نکاح کرنے سے اس وقت تک منع کیا گیا ہے جب تک ان کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے اور ان کو پورا مہر نہ دیا جائے۔ ایک تیسری حدیث میں حضرت عائشہ نے آیت کریمہ ع۶: وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ الخ کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ حاجت مند ولی اپنے زیر کفالت یتیم کے مال میں سے بقدر ضرورت استعمال کرسکتا ہے۔ امام مسلم نے بالفاظ دیگر و بہ انداز یکساں ان تینوں آیات کی شان نزول اور تفسیر اسی طرح اپنی مختصر کتاب التفسیر میں بیان کی ہے۔ آخری آیت سورہ کی تفسیر میں انھوں نے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔

اس سورہ کی چوتھی آیت کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں آیت تیمم سے متعلق ہے۔ تفسیر تو کیا وہ دراصل شان نزول ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے واسطے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت اسماء سے ایک ہار مستعار لیا تھا وہ کھو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں کچھ لوگوں کو بھیجا۔ اسی دوران نماز کا وقت آگیا۔ لوگ باوضو نہ تھے اور نہ ان کو پانی میسر تھا لہٰذا انھوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم ۴۳

نازل کی۔(۲۰) ام المومنین سے پانچویں تفسیر اس سورہ کی آیت کریمہ ۶۹: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ مِنَ النَّبِيّٖنَ الخ مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے فرماتے ہوئے سنا تھا کہ کوئی نبی جب بیمار پڑتا ہے تو اسے دنیا یا آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جاتا ہے۔ آپ کو مرض الوفاۃ میں بیماری کی شدت کے زمانے میں یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میں سمجھ گئی کہ آپ نے آخرت کو اختیار فرمالیا ہے۔(۲۱) آیت کریمہ ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ الخ چھٹی آیت ہے جس کی تفسیر حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ بالفاظ دیگر وہی ہے جو اس سورہ کی اولین تفسیر عائشہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں بس فرق یہ تصریح ہے کہ یتیم مالدار لڑکی کا ولی نہ تو اس سے نکاح کرے اور نہ کسی دوسرے سے اس کی شادی ہونے دے کہ وہ اس کے مال کا شریک بن جائے گا۔(۲۲) ساتویں تفسیر آیت کریمہ ۱۲۸: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا الخ کی ام المومنین سے مروی ہے۔ وہ اس عورت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ اس کا شوہر رہنا نہیں چاہتا اور اسے طلاق دینا چاہتا ہے مگر عورت اسے طلاق نہ دینے پر راضی کر لیتی ہے اور اپنے حقوق چھوڑ دیتی ہے۔ امام مسلم نے ہشام بن عروہ کی یہ روایت چند الفاظ کے فرق کے ساتھ دو جگہ بیان کی ہے۔ دوسری میں عورت کے مدت نکاح میں ہونے اور بال بچے والی ہونے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔(۲۳) یہی امام بخاری کے یہاں آخری تفسیر عائشہ ہے جبکہ انھوں نے اس سورہ کی کل ۷۷ آیات میں سے صرف ۲۸ آیات کی تفسیر بیان کی ہے۔ امام ترمذی نے انیس بیس آیات کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ایک بھی نقل نہیں کی ہے۔ البتہ ایک آیت کی تفسیر میں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ دونوں کا ذکر کیا ہے اور وہ ہے آیت کریمہ ۱۲۸: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت سودہ کو خدشہ ہوا کہ آپؐ انکو طلاق دے دیں گے۔ لہذا انھوں نے عرض کیا: مجھے طلاق نہ دیجئے اور اپنے نکاح میں باقی رکھئے اور میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ آپ نے یہ قبول فرمالیا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر میاں بیوی دونوں کسی چیز پر صلح کرلیں تو وہ جائز ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح ہونے کے ساتھ غریب بھی قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس سورہ کی ایک آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں حضرت عائشہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کا ذکر

سورۂ بقرہ کے ایک خاص سیاق میں آچکا ہے۔

دوسری ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس سورہ کی دو آیات کی تفسیر امام احمد اور امام ترمذی نے نقل کی ہے۔ پہلی روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے یہ عرض کیا کہ مرد تو غزوہ و جہاد کرتے ہیں اور عورتیں نہیں کرتیں اور ہمارے لیے (عورتوں کے لیے) نصف میراث مقرر ہے۔ یعنی ان دونوں معاملات میں عورتیں مردوں کے مقابلے میں کمتر نظر آتی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ۳۲ نازل کی: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ حضرت مجاہد کا کہنا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی: اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ (سورہ احزاب ۱۰۵) حضرت ام سلمہ پہلی عورت (اول ظعینۃ) تھیں جو ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئی تھیں۔ امام ترمذی نے فائدہ کے تحت یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ابن نجیح سے بعض راویوں نے اسے روایت کیا ہے اور اول الذکر نے مجاہد سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ایسا فرمایا تھا۔ اسی کے متصلاً بعد امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے ایک اور آیت کے بارے میں تفسیر/حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہیں سنتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے باب میں عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران ۱۹۵ کی یہ آیت نازل فرمائی: اِنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ الخ (۲۴) حیرت ہے کہ امام موصوف نے اس روایت کے بارے میں فائدہ میں کوئی تصریح نہیں کی۔ ان روایات میں بیچ بات یہ ہے کہ تفسیر کلام الٰہی سے زیادہ شان نزول کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہی بات امام بخاری کی روایت کردہ بعض تفسیرات عائشہ کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ جہاں تک فہم قرآن مجید کا تعلق ہے بہرحال اس باب میں بھی ان سے کافی مدد ملتی ہے اور خاص طور سے ان آیات کریمہ میں جن میں دو آیات کا موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے یا یکے بعد دیگرے ان کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ مائدہ کی تفسیر میں امام بخاری نے کل آیات میں سے صرف ۱۴ آیات کی تفسیر سے متعلق احادیث نقل کی ہیں اور ان میں سے تین آیات کی تفاسیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں ان سے مروی روایات کی تعداد تکرار بخاری کے سبب اور کم ہے۔ ان کی پہلی تفسیر آیت سورہ

آیت تیمم سے متعلق ہے۔ نسبتاً ایک طویل حدیث میں وہ فرماتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور جب ہم البیداء یا ذات الجیش نامی مقام پر پہونچے تو میرا ہار گم ہو گیا اس کی تلاش کے لیے آپ نے قیام کیا۔ وہاں پانی نہ تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت عائشہ کی "کارگذاری" کی شکایت اور پانی نہ ملنے کی تکلیف بیان کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہا ان کے پاس جب پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زانو پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی بیٹی کو لوگوں کی تکلیف کے سبب سخت سرزنش کی اور ان کی کوکھ میں کچوکے لگاتے رہے مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خیال سے ذرا بھی حرکت نہ کر سکیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم ۴۳: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا نازل کر دی حضرت اسید بن حضیر نے کہا: آل ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں نے اپنے اونٹ کو اٹھایا جس پر سفر کر رہی تھی تو ہار اسی کے نیچے موجود تھا۔ یہ روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے۔ ایمن کی دوسری روایت میں جگہ کا نام صرف البیداء اور مدینہ کے قریب بتایا گیا ہے۔ لوگوں کے شکوے کا ذکر نہیں۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ آپ بیدار ہوئے تو صبح ہو چکی تھی۔ پانی تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔ آیت کے نزول کے بعد قول اسید بن حضیر کے الفاظ بھی مختلف ہیں اور ہار کے ملنے کا حوالہ بھی نہیں ہے۔ امام مسلم، امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں نہیں بیان کی ہے۔ جبکہ ساعاتی نے امام احمد سے اس روایت کو اپنے انداز میں دو طریق سے باب آیۃ التیمم میں نقل کیا ہے۔[۲۵]

ام المومنین کی دوسری تفسیر آیت کریمہ ۶۷: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ سے متعلق ہے۔ حضرت شعبی کے واسطہ سے حضرت مسروق کی اس روایت عائشہ صدیقہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر نازل ہونے والی چیزوں میں سے کچھ بھی چھپایا وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے .... اور پھر اوپر کی آیت کریمہ تلاوت کی۔ یعنی یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں کوئی کوتاہی کی ہو اور قرآن کریم یا حدیث و سنت میں سے کوئی چیز جو آپ پر اتاری گئی اسے لوگوں تک پہونچایا نہ ہو۔ یہاں لفظ بلغ ہے یعنی تبلیغ نہ کی ہو۔

سورۂ مائدہ کی تیسری آیت کریمہ جس کی تفسیر امام بخاری نے ام المومنین سے نقل کی ہے وہ ہے آیت ۸۹ : لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ۔ یہی آیت کریمہ سورہ بقرہ میں بھی آئی ہے (۲۲۵) اگرچہ وہاں امام موصوف نے اس کی تفسیر نہیں کی ہے تاہم یہ وہاں بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اس کے ضمن میں امام موصوف نے دو حدیثیں (۱۲۶، ۱۲۷) روایت کی ہیں۔ اور دونوں حضرت عروہ بن زبیر کی سند پر ان کے فرزند ہشام نے نقل کی ہیں پہلی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بات بات پر بلاوجہ قسمیں کھاتا ہوں جیسے آدمی کہتا ہے لا واللہ (نہیں، اللہ کی قسم)، بلیٰ، واللہ (ہاں، اللہ کی قسم) دوسری روایت میں سنت صدیقی کا بیان ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق) قسم کھا کر اسے کبھی نہ توڑتے (لا یحنث فی یمین) حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ نازل کیا۔ حضرت ابوبکر تب کہا کرتے تھے کہ میں اس قسم کے سوا کسی اور چیز کو بہتر دیکھتا ہوں تو اللہ کی عطا کردہ رخصت قبول کر لیتا ہوں اور وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔ (الذی ھو خیر) امام بخاری نے اس سورہ کی اور کسی آیت کی تفسیر یہاں ام المومنین سے نقل نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی کسی اور زوجہ مطہرہ سے کی ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر نے آیت کریمہ ۱۰۳ کے لفظ سائبہ کے حوالے سے یہ حدیث عائشہ بیان کی ہے کہ میں نے جہنم کو ایک دوسرے کو نگلتے (یحطم) اور عمرو بن لحی کو آگ میں اپنے قصب (ایندھن) کو گھسیٹتے دیکھا کہ وہی پہلا شخص تھا جس نے سوائب کا طریقہ نکالا۔ یہ مختصراً یہاں مذکور ہوئی ہے۔ اس پر مفصل کلام ابواب العمل فی الصلوٰۃ میں کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اس سورہ کی صرف ایک آیت کریمہ ۶۷: وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ سے نقل کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے قبہ سے اپنا سر مبارک نکالا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! لوٹ جاؤ! اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت (کی ذمہ داری) خود اپنے اوپر لے لی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث کو غریب کہا ہے اور دوسری سند کا ذکر کرتے ہوئے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ کا ذکر خیر نہیں ہے۔ یہاں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق غزوۂ خندق سے ہے جیسا کہ سیرت و حدیث کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ امام ترمذی کے ہاں اس سورہ کی کل بارہ آیات کی تفسیر مروی ہے اور ان میں سے صرف

ایک ام المومنین حضرت عائشہ سے منقول ہے۔ امام ترمذی کے ہاں اس سورہ کی کسی آیت کی تفسیر کا ذکر نہیں ہے۔ امام احمد نے ایک بہت دلچسپ اور اہم روایت جبیر بن نفیر کی سند پر یہ بیان کی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا: کیا تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو؟ میں نے ہاں کہا تو فرمایا کہ یہ آخری سورت ہے جو نازل ہوئی۔ اس میں جو حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو۔ میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: وہ تو قرآن تھا۔[۲۶]

امام بخاریؒ نے سورۂ انعام کی آیات کی تفسیر میں جن کی تعداد آٹھ ہے ایک بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل نہیں کی۔ لیکن حافظ ابن حجر نے آیت کریمہ ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا کی تفسیر میں ترمذی سے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس کے مطابق اس امت کے آخر میں اس پر دھنسنے (خسف) اور مسخ اور قذف کا عذاب بہت ہوگا۔ امام ترمذی نے اپنی کل مرویات تفسیر میں سے جو نو عدد ہیں حضرت عائشہ کی صرف ایک تفسیر نقل کی ہے اور اس کا تعلق کئی آیات سے ہے۔ حضرت مسروق کی روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب انھوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جن میں کوئی ایک کسی نے کہی تو وہ اللہ پر بہتان عظیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (آیت ۱۰۳) اور وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ (سورہ شوریٰ ۵۱) مسروق کا بیان ہے کہ میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا یہ سن کر میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: ام المومنین! ذرا مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (سورہ نجم ۱۳) ولقد رآہ بالافق المبین (سورہ تکویر ۲۳) انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: وہ تو جبریل تھے۔ میں نے ان کو ان کی اصلی صورت میں جس میں ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ ان دو موقعوں کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اترتے اس طرح دیکھا کہ ان کی جسم کے پھیلاؤ (عظم خلقہ) نے آسمان و زمین کی وسعت کو گھیر لیا تھا اور جس نے یہ خیال خام کیا (زعم) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی الٰہی میں سے کچھ

بھی چھپالیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان عظیم (اعظم الفریۃ) باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ اور جس نے یہ گمان بد کیا کہ آپ کل ہونے والی بات جانتے تھے اس نے بھی اللہ پر بہتان عظیم باندھا کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورہ نمل ۶۵) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دے کر تصریح کی ہے کہ مسروق بن اجدع کی کنیت ابو عائشہ ہے[۲۷]۔ اس حدیث عائشہ میں امام موصوف نے چار آیات کریمہ کی تفسیر بیان کی ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے جس کو امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے اور جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مگر امام ترمذی نے اسی سیاق میں ذکر نہیں کیا یا الگ سے وہ روایت امام بخاری کی مانند نہیں بیان کی۔ البتہ بعض دوسری آیات کی تفسیر بیان کر دی ہے۔

سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال، سورۂ براۃ، سورۂ یونس اور سورۂ ہود کی کسی آیت کی بھی تفسیر امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یا کسی اور زوجۂ مطہرہ سے نقل نہیں کی۔ البتہ سورہ یوسف کی ایک آیت کریمہ (۱۱۰) کی بہت اہم تفسیر ان سے مروی ہے اور ایک روایت ان کی والدۂ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جو ان کی قرآنی فکر اور علم و تدبر کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ حضرت عائشہ کی یہ تفسیر امام بخاری نے ذرا سی مناسبت کے سبب سورہ بقرہ کی تفسیر میں بھی بیان کی ہے اور اس کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ یہاں کچھ اضافہ ہے۔ عروہ نے کہا کہ انبیاء کو اپنے جھٹلائے جانے کا یقین تھا تو یہاں لفظ ظن کا استعمال کیوں کیا گیا فرمایا کہ یہ لفظ رسولوں کے اتباع کے جھٹلانے کے لیے لایا گیا ہے۔ البتہ ان کی والدہ ماجدہ کی سند پر جو روایت مروی ہے اس کا تعلق واقعۂ افک کے اثرات سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بہتان عظیم سے اتنا گہرا صدمہ ہوا تھا کہ وہ بیہوش ہوگئی تھیں اور ان کو بخار آنے لگا تھا۔ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی والدہ کے گھر بھجوا دیا تھا اور خود کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے عیادت و دیکھ بھال کرنے کی خاطر ایک بار آپ جب تشریف لائے اور ان کو مبتلائے بخار پایا تو فرمایا: "یہ بخار شاید اسی بات کے سبب سے ہے جو کہی جا رہی ہے۔" حضرت عائشہ کی والدہ مکرمہ نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت عائشہ اٹھ بیٹھیں اور عرض گذار ہوئیں۔ "میری اور آپ

لوگوں کی مثال (مثلی و مثلکم) حضرت یعقوب اور ان کے بیٹوں کی مانند ہے اور سورہ یوسف کی آیت کریمہ ۱۸: وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ پڑھ دی۔ امام احمد اور امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام سورتوں میں ہی نہیں بلکہ سورۂ یوسف اور سورۂ رعد میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی روایت نہیں بیان کی ہے۔ البتہ سورۂ ابراہیم کی آیت کریمہ ۴۸: یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ الخ کی تفسیر حضرت ام المومنین سے ضرور نقل کی ہے جو خاصی اہم ہے۔ حضرت مسروق کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے یہ آیت تلاوت کر کے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: (پل) صراط پر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث عائشہ اس سند کے علاوہ اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔ امام بخاری کے ہاں اس آیت کریمہ کی تفسیر سورۂ ابراہیم کے ذیل میں کسی سے بھی مروی نہیں ہے۔(۲۹)

اسی طرح سورۂ حجر اور سورۂ نحل میں ام المومنین کی کوئی روایت بخاری میں نہیں ہے البتہ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کی آخری روایت جو مختصر ترین ہے حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ آیت کریمہ ۱۱۰: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کے بارے میں پہلے امام بخاری نے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے اور اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ بلند آواز سے نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جس پر مشرکین بدکلامی کرتے اس لئے حکم الٰہی ہوا کہ نہ اتنی بلند آواز سے تلاوت کریں کہ دشمن بدکلامی کریں اور نہ اتنی آہستہ پڑھیں کہ اصحاب سن نہ سکیں۔ اس کے بعد عروہ بن زبیر کی سند پر حضرت عائشہ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ دعا کے بارے میں نازل کی گئی تھی۔ (انزل ذلک فی الدعاء)۔ سورہ مریم کی دو آیات کریمہ ۶۸، ۷۲ کے بارے میں حضرت حفصہ کی ایک روایت مسند احمد اور ابن ماجہ میں آئی ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ بدر و حدیبیہ کے مجاہدین/ شرکاء میں سے ان شاء اللہ کوئی بھی شخص جہنم (النار) میں داخل نہ ہوگا۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا۔ حافظ

ابن حبان نے زوائد میں حدیث حفصہ رضی اللہ عنہا کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔[۲۹]

امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام سورتوں میں ہی نہیں بلکہ سورۂ کہف، سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ میں کوئی روایت کسی بھی ام المومنین سے نقل نہیں کی۔ ترمذی نے پھر سورۂ انبیاء کی تفسیر میں حضرت عائشہ کی ایک اہم روایت نقل کی ہے جو اس طرح ہے: ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض گذار ہوا کہ میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے، میری خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں ان کو برا بھلا کہتا اور ان کو مارتا ہوں تو ان کے ساتھ میرا معاملہ کیسا ہے؟ فرمایا: ان کی نافرمانی خیانت اور تکذیب اور تمہاری سزا کا حساب کیا جائے گا۔ اگر دونوں برابر سرابر رہے تو ٹھیک، نہ تم کو عتاب ہوگا اور نہ جزا ملے گی۔ اگر تمہاری سزا ان کے گناہ سے کم ہوگی تو تم کو فضل ثواب ملے گا اور اگر تمہاری سزا ان کے گناہ سے زیادہ ہوگی تو تم سے اسی قدر بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص پیچھے ہٹ کر رونے پیٹنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم کتاب اللہ نہیں پڑھتے جس میں آیت کریمہ ۴۷ ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا الخ۔ اس شخص نے عرض کیا: رسول اللہ! میں اپنے اور ان کے لیے اس سے بہتر بات نہیں پاتا کہ ان سے جدا ہو جاؤں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نہ صرف غریب قرار دیا ہے بلکہ یہ بھی تصریح کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن غزوان کی روایت کے سوا کسی اور طریقے سے ہم اسے نہیں جانتے۔[۳۰] امام ترمذی نے اس کے بعد سورۂ حج میں کوئی روایت ام المومنین سے نہیں دی ہے۔

اس کے بعد ترمذی میں حضرت عائشہ کی ایک تفسیری روایت سورۂ مومنون کی آیت کریمہ ۶۰: وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ الخ سے متعلق ملتی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں یا چوری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں اے صدیق کی بیٹی! لیکن اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں کہ ان کی یہ عبادات قبول نہ کی جائیں۔ پھر آپ نے پڑھا: أُولَئِكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ (۶۱)۔ امام احمد بن حنبل نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی دوسری قرات وَالَّذِينَ يَأْتُونَ

مَا اٰتَوْا حضرت عائشہ سے نقل کی ہے، تفسیر بالا اس کے بعد دوسری روایت میں یہی بیان کی ہے۔[۱۳۱] امام بخاری نے اس سورہ میں ام المومنین کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ البتہ سورۂ نور میں امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی تینوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے اوپر بہتان عظیم تراشنے کے واقعہ سے متعلق ایک طویل روایت نقل کی ہے اور بعض مختصر روایات بھی دی ہیں۔ پہلی روایت بخاری میں بہتان عظیم میں سب سے زیادہ حصہ لینے والے یا آیت کریمہ ۱۱ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کے بارے میں ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی سلول ہے۔ یہ روایت زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر کی سند پر مروی ہے اور اسی سند پر واقعۂ افک کی طویل روایت مروی ہے۔ اس مفصل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راستہ میں ایک پڑاؤ کے دوران رفع حاجت کے لیے گئیں۔ واپسی پر ان کا ہار گم ہوگیا۔ اس کی تلاش میں اتنی تاخیر ہوئی کہ قافلہ روانہ ہوگیا۔ ساقہ کے افسر حضرت صفوان بن معطل سلمیؓ نے حضرت عائشہ کو ایک جھاڑی کے قریب دیکھ کر پہچان لیا اور اپنے اونٹ پر ام المومنین کو بٹھا کر اسلامی لشکر تک پہونچا دیا۔ منافقین کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا اور انھوں نے ام المومنین کی عصمت پر بہتان تراشی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو چند کے سوا ان کی پاکدامنی کا یقین تھا مگر آپ اپنی طرف سے اپنی اہلیہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے تاکہ جانب داری کا الزام نہ لگے۔ ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی براءت میں سورہ نور کی دس آیات کریمہ ۱۱-۲۰ نازل کیں جن کا آغاز اِنَّ الَّذِيْنَ جَاۗءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ سے ہوتا ہے۔ بعض مخلص مسلمانوں کو بھی منافقین کے پروپیگنڈے نے متاثر کردیا تھا ان میں حضرت مسطح بن اثاثہ بدری بھی شامل تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے پروردہ تھے جن پر وہ کافی خرچ کیا کرتے تھے۔ غصہ میں آکر حضرت صدیق نے قسم کھالی کہ وہ ایسے لوگوں پر کچھ خرچ نہ کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ کی آیت کریمہ ۲۲: وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ الخ نازل کی اور حضرت ابوبکر صدیق نے حسب سابق ان کی امداد پھر جاری کردی۔ حضرت عائشہ پر ان کی سوکن حضرت زینب بنت جحشؓ نے نہ صرف کوئی اتہام نہیں لگایا بلکہ ان کی براءت و تعریف ہی کی۔ حضرت عائشہ نے ان کی پرہیزگاری کی تعریف کی، مگر ان کی بہن حضرت حمنہ اپنی بہن کی بےجا محبت

میں بہتان تراشی میں مبتلا ہو گئیں اور بالآخر سزا کو پہنچیں۔ امام بخاری نے اس واقعہ سے متعلق حضرت عائشہؓ کی ایک اور مختصر روایت حضرت مسروق کی سند پر یہ بیان کی ہے کہ حضرت ام رومان نے فرمایا، جب عائشہ نے اپنے اوپر بہتان عظیم کی خبر سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں ایک اور مختصر روایت میں ابن ابی ملیکہ نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ کو آیت قرآنی (۱۵) اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ میں لفظ تلقونه پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ انھیں راوی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کی وفات کے قریب حضرت ابن عباسؓ نے ان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ ان کی تعریف وتحسین کے خدشے سے ان کو اجازت دینے سے ہچکچا رہی تھیں مگر حاضرین کے کہنے پر اجازت دے دی اور انھوں نے آکر سچ مچ ان کی تعریف شروع کر دی۔ حضرت عائشہؓ نے (سورہ مریم ۲۳) آیت قرآنی پڑھی: كنت نسيا منسيا حضرت قاسم کی اسی کے بعد کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ کے آنے اور تعریف کرنے کی بات تو ہے لیکن اس میں حضرت عائشہؓ کے نسیا منسیا والی آیت پڑھنے کا ذکر نہیں۔

اس کے بعد حضرت مسروق کی روایت ہے جس میں خدمت عائشہؓ صدیقہ میں حضرت حسانؓ بن ثابت کی حاضری کا واقعہ مذکور ہوا۔ حضرت حسان بھی الزام تراشی کے مرتکب ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہ نے ان کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی کہ انھوں نے ام المومنین کی شان میں مدحیہ شعر کہا تھا۔ مسروق کی دوسری روایت میں اس تفصیل کے علاوہ یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حسانؓ کی مدافعت میں کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے مسروق کی یہ دونوں روایتیں آیت کریمہ ۱۷ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اور آیت کریمہ ۱۸ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ کی تفسیر میں بالترتیب نقل کی ہیں۔ امام موصوف نے اسی واقعہ افک سے متعلق عروہ بن زبیر کی ایک اور روایت دوسری سند سے بیان کی ہے۔ اس میں فرق یہ ہے کہ الزام تراشی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں اپنی اہلیہ محترمہ وطیبہ کی براءت ظاہر کی اور حضرت صفوان کے کردار کی بھی تعریف کی۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے الزام تراشی کے بعد گناہگاروں کی گردن مارنے کی آپ سے اجازت مانگی۔ خزرج کے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ چونکہ ذمہ دار اوسی نہیں ہیں۔

اس لیے یہ اجازت مانگی جا رہی ہے چنانچہ دونوں قبیلوں میں نوبت تصادم کی پہونچ گئی۔ آپ نے معاملہ رفع دفع کیا۔ بقیہ روایت اکثر و بیشتر پہلی مفصل روایت کی مانند ہے۔ البتہ اس کے آخر میں عبداللہ بن ابی بن سلول کو منافق اور بہتان عظیم کا سب سے بڑا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔[۳۲]

اس سورہ کی آیت کریمہ ۳۱ : وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ کی تفسیر میں امام بخاری نے حضرت عائشہ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اول زہری کے واسطے سے عروہ سے یوں مروی ہے حضرت عائشہ فرماتی تھیں: اللہ تعالیٰ اولین مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تو انھوں نے اپنی چادریں (مروط) پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں (فاختمرن بہ) اسی سے متعلق دوسری روایت صفیہ بنت شیبہ سے یوں نقل ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو عورتوں نے اپنے تہمد / زیر جامے (ازر) کو لیا اور ان کو کناروں (حواشی) کی جانب سے پھاڑ کر اپنے دوپٹے بنالیے۔[۳۳]

واقعۂ افک سے متعلق اور سورۂ نور کی تفسیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت امام احمد اور امام ترمذی نے نقل کی ہے وہ اگرچہ امام بخاری کی دوسری مفصل روایتِ عائشہ جیسی ہے جو بعض الفاظ و عبارات کے فرق و اختلاف سے بیان ہوئی ہے۔ اس کا آغاز حضرت عائشہ کے معاملہ پر خطبۂ نبوی سے ہوتا ہے جس میں آپ نے اپنی اہلیہ مطہرہ کی پاکیزگی کا ذکر کر کے لوگوں سے مشورہ مانگا تھا۔ باقی تفصیلات چند اختلاف کے ساتھ دی ہیں۔ امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام آیاتِ قرآنی کا ذکر کر کے حدیث کو حسن صحیح اور غریب قرار دیا ہے۔ اور اس کی کئی سندوں پر کلام کیا ہے اور کئی سندیں بیان کی ہیں۔ امام احمد نے واقعۂ افک سے متعلق دو روایات۔ ایک طویل ایک مختصر۔ بیان کی ہیں۔ دوسری میں بعض نئی باتیں ہیں۔ ان میں سے ایک آیات کریمہ کا آغاز و اختتام بھی ہے۔ اس کے مطابق یہ آیات اَلَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ سے لے کر مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ تک یعنی آیت ۱۱تا آیت ۲۶ نازل ہوئی تھیں۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ کی ایک اور روایت یہ آئی ہے کہ آیت رجم اور بالغ (کبیر) کو دس گھونٹ دودھ پلانے کے مطابق ایک آیت نازل ہوئی تھی جو ایک ورق (ورقہ) پر لکھی ہوئی تھی۔ وہ میرے گھر میں میرے تخت کے نیچے رکھا تھا جب آپ بیمار ہوئے تو ہم اس معاملے میں مشغول ہو گئے۔ ہماری ایک بکری (داجن) یا چھوٹا جانور آیا اور اسے کھا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے اور اسکے کئی دلائل دیے ہیں۔[۳۴]

(جاری)

حواشی

(۱) علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۹ء، ص۱۶۹
احمد عبد الرحمٰن البنا الساعاتی، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی قاہرہ ۱۳۷۵ھ جلد ۱۸ پوری تفسیر روایات کے لیے وقف ہے۔ مسند احمد کے حوالے اسی سے دیئے گئے ہیں۔

(۲) تفسیر کی ضرورت، صحابہ کرام میں تفاسیر اور تفسیری روایات کی قلت اور مختلف عوامل و اسباب کی بنا پر بعد کے زمانے میں ان کی کثرت کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد حسین ذہبی، التفسیر و المفسرون، قاہرہ ۱۹۶۱ء، جلد اول، باب اول ص۶۲-۳۲

(۳) جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحہ الکتاب الخ، باب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نیز ملاحظہ ہو ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، مطبعۃ خیریہ قاہرہ ۱۳۲۵ھ جلد ہشتم ص۱۱۳-۱۰۹ (فتح الباری کی جلد ہشتم ص۱۰۹ تا ص۵۲۷۔ امام بخاری کی کتاب التفسیر کی تشریح و تفصیل پیش کرتی ہے۔ آئندہ حوالے صرف جلد اور صفحے کے آئیں گے۔

(۴) جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت الخ فتح الباری، ہشتم ص۱۱۳ شان نزول کے لیے فتح الباری، ہشتم ص۱۱۹ مقام ابراہیم کے لیے اور ص۱۲۰ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کے لیے۔ اس حدیث عائشہ پر کتاب الحج میں مفصل بحث کرنے کا ابن حجر نے حوالہ دیا ہے۔

(۵) جامع صحیح، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب قولہ تعالیٰ: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ کتاب المناسک، باب ۷۹، ۱۰۳ وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ، فتح الباری، ہشتم ص۱۲۳۔ مزید شرح کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الحج۔ نیز ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ ص۱۷۱، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مطبعہ خیریہ ۱۳۲۵ھ، ہشتم ص۱۲۳
ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۸۰-۷۸ ابواب التفسیر الخ ان الصفا والمروۃ الخ۔ ان

دونوں رواتیوں میں غسان کا ذکر بالکل نہیں ہے جبکہ اول الذکر میں انصار اور دوسری میں انصار کے کچھ لوگوں کا ذکر ہے۔ یہ دونوں روایتیں خاصی مختصر ہیں۔

(۶) مالک بن انس، موطا، کتاب الحج، جامع السعی، میں حضرت عائشہ کی روایت بسند عروہ بن زبیر۔ مسلم بن حجاج قشیری، جامع صحیح، کتاب الحج، باب بیان ان السعی بین الصفا والمروۃ رکن لا یصح الحج الا بہ۔ امام ترمذی، جامع صحیح، الواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ومن سورۃ البقرۃ۔ امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ زہری نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن ہشام سے حضرت عائشہ کا قول نقل کیا تو ان کو بہت پسند آیا اور انھوں نے کہا: بیشک یہی تو علم ہے۔ ابوبکر کے بقیہ قول کے الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم بخاری والی حدیث ہی کا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو: شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، ہاندہ پریس جالندھر (غیر مورخہ) جلد سوم ص ۳۲۴-۲۵ و مابعد۔ شارح نے ان دونوں بتوں ۔اساف ونائلہ۔ کے شط البحر پر ہونے کے سلسلے میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے کہ یہ وہم ہے کیونکہ وہ دونوں شط البحر پر کبھی نہ تھے اور وہ حقیقت میں صفا و مروہ پر تھے البتہ مناۃ سمندر (بحر) کی سمت میں واقع تھا۔ امام نسائی نے سند قوی کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ سے روایت کی ہے کہ وہ پیتل (نحاس) کے تھے اور صفا و مروہ پر تھے۔ مشرکین طواف کرتے وقت ان دونوں کو چھوتے تھے۔ فاکہی اور اسماعیل قاضی نے مزید تصریح کی ہے کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ۔ واحدی نے اسباب النزول میں ان کا یہی محل وقوع بتایا ہے اور یہی دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۷) بخاری، جامع صحیح، الواب التفسیر، سورۃ البقرہ، باب ۵۸۲ قولہ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام

ترمذی، جامع صحیح، الواب التفسیر، سورۃ البقرۃ

فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۲ کے بقول مصنف نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ حدیث عائشہ دو وجوہ سے (وجہین) اور تیسری حدیث ابن مسعود

(۸) بخاری، ایضاً، باب ۵۹۳ قولہ، ثم افیضوا من حیث افاض الناس ؛ ترمذی ایضاً

فتح الباری، ہشتم ص۱۲۹

(۹) بخاری، باب ۵۹۵ قولہ: وھو الد الخصام .... ؛ ترمذی، ایضاً
فتح الباری، ہشتم ص۱۳۰۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ مرتبہ مصطفیٰ السقا وغیرہ قاہرہ ۱۹۵۵ء اول ص۲۰۲-۲۰۳ کی ایک روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل بھی حج کرتے اور دوران حج وقوف عرفات کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سنت ابراہیمی تھی جس کا اعتراف قریش کو بھی تھا مگر وہ اپنے نسلی غرور کے سبب اس کے تارک ہو گئے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو محققین ابن ہشام کا حاشیہ، انھوں نے سہیلی کی الروض الانف کا حوالہ دیا ہے؛ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، بیروت ۱۹۷۱ء اول ۲۵۴

(۱۰) بخاری، باب ۵۹۶ قولہ: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ .... الخ

(۱۱) بخاری، باب ۶۰۷ قول اللہ: واحل اللہ البیع وحرم الربوا ؛ باب ۶۰۸ قولہ: یمحق اللہ الربوا
باب ۶۰۹ قولہ: فاذنوا بحرب ؛ باب ۶۱۰ قولہ: وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ ؛
باب ۶۱۱ قولہ: واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ
فتح الباری، ہشتم ص۱۴۰-۱۴۱

(۱۲) مالک بن انس، مؤطا، الصلوٰۃ الوسطیٰ؛ ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ البقرہ،
امام بخاری، کتاب التفسیر، باب ۶۰۰ قولہ: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ، الساعاتی،
الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۹۰ باب حافظوا علی الصلوات الخ

امام بخاری نے صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں حضرت علی کی روایت مختصراً نقل کی ہے۔ اس پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ہشتم ص۱۲۲-۱۲۴ جنھوں نے مذکورہ بالا کے علاوہ مسلم، نسائی، احمد بن حنبل، ابن جریر طبری، ابن حبان، ابن المنذر، شافعی، ابوحنیفہ طیالسی، ماوردی، ابن عبدالبر وغیرہ متعدد محدثین و فقہاء سے نقل کیا ہے۔ صلاۃ وسطیٰ کے بارے میں ایک اہم روایت یہ ہے کہ بقول حضرت ابوہریرہ ہم میں اس مسئلہ پر اختلاف ہوا تو ابو ہاشم بن عتبہ اٹھ کر خدمت نبوی میں گئے اور معلوم کر کے لوگوں کو بتایا کہ وہ نماز عصر ہے۔ حافظ دمیاطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ "اسماء کشف الغطاء عن الصلوٰۃ الوسطیٰ"

کے عنوان سے لکھ کر کل انیس اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ جمہور کے نزدیک نمازِ عصر کی مراد کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱۳) جامع ترمذی کے ابواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ میں حدیث عبداللہ بن مسعود کے بعد امام ترمذی اور ان کے مترجم مولانا بدیع الزماں کا ملا علی قاری کی شرح المؤطا کے حوالہ سے تبصرہ مترجم۔

(۱۴) جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرہ؛ الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸ ص ۹۷-۹۸ باب للہ ما فی السمٰوات الخ۔ امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرے صحابہ سے روایات لی ہیں۔ فتح الباری، ہشتم ص ۱۴۲-۳ نے ان پر جو کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں کی شان نزول بیان کی ہے اور دل میں جو خیالات واکتسابات ہوتے ہیں ان کا محاسبۂ الٰہی دراصل بعد والی آیت لایکلف اللہ الا وسعہا کے مطابق انسانی وسعت کے مطابق ہوگا۔ نیز الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۱۲۲ باب لیس بأمانیکم

(۱۵) مالک بن انس، مؤطا، الصلوٰۃ الوسطیٰ؛ ترمذی، ابواب تفسیر القرآن۔ سورۃ البقرہ ابن حجر، فتح الباری، ہشتم ص ۱۳۷۔ حافظ موصوف نے حضرت حفصہ کی روایت کے کئی طُرق بیان کئے ہیں اور دوسری سندیں بھی دی ہیں۔ ان میں سے ایک سالم بن عبداللہ بن عمر کے طریقہ سے ہے۔ دوسری نافع کے طریق سے۔ اس کے علاوہ انھوں نے تمام انیس اقوال کا تجزیہ اپنے شیخ الشیوخ حافظ صلاح الدین علائی کے الفاظ میں یہ پیش کیا ہے کہ جن لوگوں نے صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد غیر عصر لی ہے۔ ان کے دلائل کو تین انواع میں مختصر کیا جا سکتا ہے: اول بعض صحابہ کی تنقیص کہ انھوں نے نص صریح کی مخالفت کی اپنے عدم علم کے سبب، دوم بعض لوگوں نے تاکید کے لیے اس کا اطلاق صبح و عشاء کی نماز وں پر کر دیا، سوم حضرت عائشہ اور حفصہ کی روایات پر نحوی و صرفی اعتراض غلط ہے اور ان کی احادیث صحیح ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۸۷-۸ باب نساء کم حرث لکم نیز ص ۹ باب حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ صرف ابو یونس کی روایت نقل کی ہے۔

(۱۶) بخاری، کتاب التفسیر۔ باب ۳، ۶۱ قولہ: منہ آیات محکمات؛ ترمذی، ابواب التفسیر،

ومن سورة آل عمران

فتح الباری، ہشتم ص ۱۴۵-۶ نیز ص ۱۵۸ قرح کے تلفظ و قرائت کے لیے۔ اسی کے بعد حافظ موصوف نے تصریح کی ہے کہ اس باب میں بخاری نے کوئی حدیث نہیں بیان کی ہے۔ گویا کہ بیاض ہے۔ مگر انھوں نے از خود حدیث عائشہ بیان کی ہے جس پر انھوں نے کتاب المغازی میں کافی بحث کی ہے۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۶۲۔ باب ما جاء فی وعید من جادل بالقرآن او تأوله او قال فیہ برایہ من غیر علم، ص ۱ باب قولہ عزوجل ہوالذی انزل علیک القرآن الخ

(۱۷) بخاری، سورہ آل عمران، باب ۶۳۰ قولہ: ان فی خلق السموات والارض الخ، باب ۶۳۱ قولہ: الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً الخ۔ باب ۶۳۲ قولہ: ربنا انک من تدخل النار الخ۔ باب ۶۳۳ قولہ: ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان

اصلاً یہ ایک ہی روایت ہے جو مختلف انداز سے چار ابواب کے تحت لائی گئی ہے۔
ابن حجر، فتح الباری، ہشتم ص ۱۶۳-۴ نے بہت ہی مختصر بحث کی ہے جو دراصل حوالہ پر مبنی ہے۔

(۱۸) ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ آل عمران

(۱۹) بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء، باب ۶۳۴ قولہ: وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ، باب ۶۳۵ قولہ: ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف الخ

مسلم، کتاب التفسیر، نے امام زہری کے واسطہ سے عروہ بن زبیر سے روایت عائشہ نقل کی ہے۔ احادیث ص ۱۷۰۴ تا ۱۷۰۷۔ آخری حدیث البتہ ہشام نے اپنے والد سے نقل کی ہے اور اس میں زہری نہیں ہیں۔

فتح الباری، ہشتم، ص ۱۶۶۔ تعولوا کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ابن حبان نے ایک حدیث مرفوع بیان کی ہے ص ۱۷۰

(۲۰) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۴۳ قولہ: وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط الخ
فتح الباری، ہشتم ص ۱۷۴-۶۔ حدیث ام المومنین پر مفصل بحث کتاب التیمم میں کی ہے۔

(۲۱) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۴۶ قولہ: فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین

فتح الباری ہشتم ص۱۰۱۔ اس حدیث پر مفصل کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مرض الوفات کے باب میں کیا گیا ہے۔

(۲۲) بخاری، سورۃ النساء، باب ۶۵۶ قولہ: ویستفتونک فی النساء

فتح الباری، ہشتم ص۱۹۴۔ حافظ ابن حجر نے بھی مفصل بحث کے لیے اولین حصہ سورہ کا حوالہ دیا ہے۔ انھوں نے ابن ابی حاتم کی ایک روایت کا سدی کے طریق سے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک بدصورت بنت عم تھی اور اس نے اپنے باپ کا مال وراثت میں پایا تھا۔ جابر خود نہ اس سے شادی کرتے تھے اور نہ دوسرے سے کرتے تھے

(۲۳) بخاری، سورۃ النساء۔ باب ۶۵۷ قولہ: وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزا او اعراضاً

مسلم، کتاب التفسیر۔ حدیث ۱۰۰۹-۱۰۰۱۔ فتح الباری، ہشتم ص۱۹۴ نے حضرت رافع بن خدیج کی دوسری جوان بیوی کے آنے کے بعد پہلی معمر بیوی کے بارے میں ہونے والے اس واقعہ کو حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ترمذی کے حوالے سے حضرت سودہ کے بارے میں اور آخر میں کہا ہے کہ آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے تاہم صحیحین میں حضرت سودہ والی روایت کا شاہد موجود ہے۔

(۲۴) ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ النساء

فتح الباری، ہشتم ص۱۹۴، الساعاتی، الفتح الربانی جلد ۱۸، ص۱۱۳۔ باب قولہ عزوجل: والمحصنات من النساء الخ۔ یہاں امام احمد بن حنبل نے حضرت مجاہد کا قول یا دوسری آیات کی تفسیر حضرت ام سلمہ نہیں نقل کی ہے۔ البتہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۵ کی شان نزول اسی سورہ کے باب ان المسلمین والمسلمات (ص۲۳۸-۲۳۹) میں کچھ نئی تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے۔ حضرت ام سلمہ کے سوال کے جواب میں آپ خاموش رہے مگر تھوڑی دیر بعد آپ کا منبر سے خطبہ سنا تو انھوں نے اپنے بال گوندھے اور اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرہ میں گئیں اور کھجور کی ٹٹی (جریدہ) کے پاس کان لگائے تو آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب

میں فرماتا ہے اور پھر آپ نے پوری آیت تلاوت فرمائی۔

(۲۵) بخاری، کتاب التفسیر، سورہ المائدہ، باب ۶۶۲ قولہ، فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا حدیث ۱۸۰-۲۱
مسلم، کتاب التفسیر؛ ترمذی ابواب التفسیر، سورۃ المائدہ، ساعاتی، الفتح الربانی
جلد ۱۸، ص ۱۲۶-۷ ۔ فتح الباری ہشتم ص ۱۸۹ نے مکمل بحث کے لیے کتاب التیمم کا حوالہ دیا ہے
اور حدیث عائشہ کے دو وجہ (وجہین) سے مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶) بخاری سورہ المائدہ باب يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۔ فتح الباری ہشتم
ص ۱۹۱، مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب التوحید۔ بخاری سورۃ المائدۃ باب ۶۶۷ قولہ: لَا
يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ؛ ترمذی، من سورۃ المائدۃ، مسلم، کتاب التفسیر۔ نیز فتح
الباری ہشتم ص ۱۹۱ نے مفصل بحث کے لیے الایمان والنذور کا حوالہ دیا ہے۔ اور حضرت
عائشہ کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قسم کھا لیتے تو
اسے نہ توڑتے تھے لیکن صحیحین میں یہ حضرت ابوبکر کا عمل بتایا گیا ہے۔ نیز ص ۱۹۸ سائبہ
کے ضمن میں ام المومنین کی حدیث کے لیے۔ الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸
ص ۵۳ ۔ باب آخر ما نزل من سور القرآن و آیاتہ اور ص ۱۲۵ باب ما جاء فی فضلہا سورۃ المائدۃ

(۲۷) ترمذی، ابواب تفسیر القرآن و من سورۃ الانعام
فتح الباری، ہشتم ص ۲۰۳ ۔ امام بخاری نے سورہ مائدہ ۶۷ کے ضمن میں اس روایت کا
ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مذکورہ بالا ۲۶

(۲۸) بخاری، کتاب التفسیر، اور ترمذی، ابواب تفسیر القرآن۔ مذکورہ بالا سورتوں کی تفسیر
حضرت ام رومان اور حضرت عائشہ کی آیات سورہ یوسف کی تفسیریں بالترتیب باب ۲۶،
قولہ: بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا اور باب ۲۹، قولہ: حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ میں نقل
ہوئی ہیں۔ فتح الباری، ہشتم ص ۲۰۸ نے سورہ اعراف کی آیت کریمہ ۱۳۳ میں مذکور لفظ
طوفان کے ضمن میں ابن مردویہ کی ایک روایت حضرت عائشہ کے حوالہ سے نقل کی ہے اور کہا
ہے کہ اس سے مراد "طوفان موت" ہے مگر اس کی دونوں سندوں کو ضعیف کہا ہے۔
فتح الباری، ہشتم ص ۲۵۳ حدیث ام رومان کے لیے جو حدیث افک کا ایک حصہ ہے اور جس

پر مفصل بحث سورۂ نور کی متعلقہ آیات میں کی گئی ہے۔ فتح الباری، ہشتم ص ۸-۲۵۶ نے حَتّٰی اِسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ الخ پر خاص مفصل بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے قراءت ابن عباس کی نہیں بلکہ ان کی تاویل کی مخالفت کی تھی۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸ ص ۱۸۸ باب یوم تبدل الارض غیر الارض الخ

(۲۹) بخاری، سورہ بنی اسرائیل، باب ۵۱، قولہ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا۔ بقیہ سورتوں کے لیے مذکورہ بالا کی تفاسیر۔ فتح الباری، ہشتم ص ۳-۲۹۲ نے دعا کے لفظ کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضرت عائشہ نے اس لفظ سے اسے مطلق بنا دیا اور اس کے عموم میں نماز کے اندر اور باہر قرآن کی تلاوت کو داخل کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس سے متعلق اور کئی احادیث مختلف طرق سے نقل کی ہیں۔

ابن ماجہ، سنن، کتاب الزہد، باب ذکر البعث، ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۹-۲۰۸ نے مسند احمد سے یہ حدیث ذرا فرق کے ساتھ نقل کی ہے۔ اس کی راوی حضرت ام منشر ہیں جنہوں نے حضرت حفصہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین کے درمیان یہ بحث سنی تھی۔

(۳۰) ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ الانبیاء

(۳۱) ترمذی، ایضاً، من سورۃ المومنون، ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۷-۲۱۵، باب وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوا۔ قراءت سے متعلق روایت اسماعیل مکی نے ابوخلف مولیٰ بنی جمع سے بیان کی ہے کہ راوی آخر نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں سقیفہ زمزم میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں ام المومنین سے سنا تھا جبکہ تفسیر سے متعلق روایت ترمذی کی مانند مسروق سے مروی ہے۔

(۳۲) بخاری، ایضاً، سورۃ النور، باب ۷۵، قولہ: اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ، باب ۷۶، قولہ: ولولا اذ سمعتموہ، باب ۷۷، قولہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والآخرۃ الخ، باب ۷۸، قولہ: اذ تلقونہ بالسنتکم الخ، باب ۷۹، قولہ: ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بہذا الخ۔ باب ۸۰، قولہ: یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا، باب ۸۱، قولہ: ویبین اللہ لکم الآیات الخ۔ باب ۸۲، قولہ: ولا یاتل اولوا الفضل منکم الخ۔ فتح الباری، ہشتم، ص ۴۶-۳۱۵ نے ان تمام روایات پر خاص کر واقعۂ افک سے متعلق حدیث عائشہ پر بہت ہی مفصل کلام کیا ہے۔ اس کے

لیے مزید حوالہ غزوہ مریسیع کتاب المغازی کا بھی دیا ہے۔

(۳۳) بخاری، ایضاً، سورۃ النور، باب ۸۴، قولہ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ
فتح الباری، ہشتم ص۳۴۶ نے فراء کے حوالہ سے کہا ہے کہ جاہلیت میں عورت اپنی اوڑھنی
پیچھے لٹکاتی تھی اور اگلا حصہ کھلا رکھتی تھی۔ اس آیت میں اس کے ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے
ابن ابی حاتم کے حوالہ سے ایک اور حدیث عائشہ کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق قریشی عورتوں
کی فضیلت تسلیم کرنے کے باوجود حضرت عائشہ نے اس حکم الٰہی پر تعمیل کرنے میں انصاری
عورتوں کی تعریف کی تھی۔

(۳۴) ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ النور۔ ان کے ہاں یہ اس سورہ کی آخری حدیث ہے۔ الساعاتی
الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۲۲۲-۲۱۸ باب ان الذین جاءوا بالافک الخ نیز الساعاتی، الفتح الربانی
جلد ۱۸ ص ۵۹؛ سیرت عائشہ ص ۱۷۸، حاشیہ ۳۔ سید صاحب نے صرف رضاعت کے بارے
میں دارقطنی اور ابن ماجہ کی کتاب الرضاعۃ سے محمد ابن اسحاق کی سند پر نقل ہونے کا ذکر کیا ہے
ساعاتی نے ابن اسحاق کا ذکر اپنی شرح میں کیا ہے مگر اس روایت میں آیت رجم کا بھی اضافہ
ہے۔ بقول سید ندوی "یہ تمامتر باطل اور جھوٹ ہے"۔

مولانا فراہیؒ کی نایاب کتابیں اب پھر دستیاب

رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن

مولانا فراہیؒ کی تین معرکۃ الآرا تصانیف کا مجموعہ

۱۔ دلائل النظام: فکرِ فراہی کی اساس نظم قرآن کی مکمل اور تسلی بخش تشریح۔

۲۔ التکمیل فی اصول التاویل: اصول تفسیر پر اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ جس میں مولانا فراہیؒ نے تفسیر قرآن کے بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔

۳۔ اسالیب القرآن: اسالیب قرآن پر خود قرآن مجید اور کلام عرب کی روشنی میں سیر حاصل بحث۔

عمدہ طباعت، مجلد رنگین، صفحات ۲۸۰ قیمت ۶۵/-

ملنے کا پتا: ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹ سر سید نگر، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ